ڈاکٹر سبینہ اویس اعوان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو

گورنمنٹ کالج وومن یونی ورسٹی، سیال کوٹ

احمد ندیم قاسمی کی شخصیت مکاتیب کے آئینے میں

ABSTRACT

Ahmed Nadeem Qasmi's personality in the light of his letters
By Dr. Sabina Awais Awan, Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. College Women University, Sialkot.

Letter writing is an old tradition in Urdu language. Ahmad Nadeem Qasmi's writing style is conversational which reveals many secret aspects of his life. This tradition is still applicable today. These letters not only reflects various aspects of his personality, but also deep relationships to renowned literary persons of his time. Many literary persons, poets, fiction writers and critics paid rich tribute to his services for the revival of Urdu literature. Qasmi was highly decent fellow to whom people like to share their sufferings and personal affairs. Qasmi's letters are also important from historical point of view. He also wrote letters to his wife and son, which highlights beautiful colours of his personal life. We also find literary imformation from his letters. No dout Qasmi's letters to his predcecessors also gain high value of Urdu literature. Qasmi wrote letters to Manto (famous Urdu fiction writer), Mansoora Ahmad, Fatih Mohammad Malik and different famous literary persons. He was also the editor of "Fanoon" a famous Urdu magazine of his time. In this purpose he wrote letters for new poets and fiction writers. In this article, we will shed light on Qasmi's personality reflected in his letters.

Kewords: Letter writing, Old Tradition, Urdu Language, Aspects of Life, Literary Persons, Rich Tribute, Personal Affairs, Personal Life.

اردو زبان و ادب میں مکتوب نگاری کی روایت بہت قدیم ہے۔ قدیم مکتوب نگار مشکل اسالیب کے ذریعے مکتوب الیہ کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ میرزا غالبؔ اردو ادب کے پہلے مکتوب نگار ہیں جن کے مکاتیب پر گفت گو کا گماں ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں غالب کے نجی خطوط ان کی علمی و ادبی زندگی کے بہت سے گوشوں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ خط ایک دل چسپ صنفِ سخن ہونے کے باعث ادیب کے مزاج، ماحول اور نجی زندگی کے عکاس ہوتے ہیں۔ خط کے ذریعے ہی مکتوب نگار اپنے احساسات و جذبات کو نہایت بے تکلفی سے صفحۂ قرطاس پر بکھیرتا ہے۔ خط نے اگرچہ تمام دنیائے ادب میں خاصی مقبولیت حاصل کی۔ انگریزی ادب میں شیلے، کیٹس، بائرن، موپساں اور نپولین کے خطوط مشہور ہیں جب کہ اردو ادب میں حالی، اکبر،

شبلی، ابوالکلام آزاد، سیّد سلیمان ندوی، علامہ اقبال، مولوی عبدالحق، نیاز فتح پوری، سجاد ظہیر اور رشید احمد صدیقی وغیرہ کے مکاتیب ادبی حیثیت کے حامل ہیں۔موجودہ دور کے اہم مکاتیب نگاروں میں مشفق خواجہ، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، داؤد رہبر، ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی اور مولانا حامد خان کے نام قابلِ ذکر ہیں۔مکتوب نگاری کے حوالے سے ایک اہم نام احمد ندیم قاسمی کا بھی ہے۔"ادبِ لطیف" اور"فنون" کی ادارت کے دوران ان کے نام ور ادیبوں سے رابطے رہے۔ادارت کے علاوہ بھی اردو ادب کے معروف ادبا وشعرا سے ان کے رابطے بحال رہے اور وہ اپنے احباب سے خط وکتابت کے ذریعے اپنی تنہائی کا مداوا کرتے رہے۔ان خطوط کے ذریعے قاسمی کی فنی وادبی انفرادیت کا اندازہ بھی بآسانی لگایا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ خطوط ایک شاعر، ادیب، دانش ور، کالم نویس کے تجربات ومشاہدات پر مبنی ہیں۔ان خطوط میں کہیں تونسلِ نو کے نمائندوں کی حوصلہ افزائی اور تربیت ہے اور کہیں اپنے قریبی عزیزوں اور دوستوں سے نجی معاملات ومسائل کا اظہار کیا گیا ہے۔کہیں ناگواری وناراضی کا برملا اظہار ہے، کہیں معاشی تنگ دستی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔قاسمی نے اگرچہ ادب کی مختلف شخصیات کو خطوط لکھے۔یہ خطوط کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں مثلاً ڈاکٹر عبادت بریلوی نے "خطوطِ احمد ندیم قاسمی" کے نام سے ۱۹۹۵ء میں ادارۂ ادب وتنقید لاہور سے خطوط شائع کروائے، علاوہ ازیں "آدھی مُلاقات" کے نام سے خورشید ربانی نے قاسمی مرحوم کے وہ خطوط شائع کروائے جو انھوں نے محمد فاضل کے نام لکھے۔بنابریں ہمہ منصورہ احمد کے نام بھی قاسمی نے خطوط لکھے جو شائع نہ ہو سکے۔علاوہ ازیں مختلف کتب، رسائل وجرائد میں قاسمی کے سیکڑوں خطوط ملتے ہیں جن کو مدوّن کرنے سے مکاتیب کا ایک مجموعہ تیار ہوسکتا ہے۔قاسمی کے خطوط کی ابتدا کا انداز اپنائیت وخلوص سے بھرپور تھا مثلاً بھائی جان، خلوصِ مجسم، مخلصِ من، مخدوم ومکرم، محترمی ومکرمی، برادرِ محترم، برادرِ مکرم، پیارے بھائی وغیرہ تحریر کرتے ہیں جب کہ خط لکھتے ہوئے القابات میں تسلیم وآداب، سلامِ مسنون، تسلیم، سلامِ محبّت، سلامِ مسنونہ، السلام علیکم تحریر کرتے اور خط کے اختتام پر آپ کا بھائی، آپ کا ندیم، آپ کا مخلص، یا نادم وغیرہ لکھتے۔اگر وقت اور حالات اجازت دیتے تو اپنے بے تکلف ومخلص دوستوں کو طویل خط لکھ کر اپنے حالات سے آگاہ کرتے جب کہ بحیثیت ایڈیٹر خط لکھنا ہوتا تو اختصار نویسی کو اپناتے۔اس طرح بے تکلف دوست احباب کو لکھے گئے خطوط چار صفحات پر بھی مشتمل ہوتے اور چار سطور پر بھی۔قاسمی کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔قدرت نے انھیں ایسا مزاج عطا کیا تھا کہ خطوط کا جواب دینا اپنے اوپر فرض کر لیتے۔دوسروں سے بھی یہی توقع رکھتے۔اگر کبھی مکتوب الیہ کے خط کا جواب دینے میں تاخیر ہو جاتی تو قاسمی کبھی مزاحیہ اور کبھی سنجیدہ انداز میں اپنے احساسات کا اظہار کرتے۔مثلاً محمد طفیل (مدیرِ نقوش) کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

> "گرامی نامے کا شکریہ..... میں تو گم شدہ کی تلاش کے عنوان سے اخبارات میں اشتہار دینے والا تھا"۔(۱)

ڈاکٹر عبادت بریلوی اردو ادب کے معتبر نقاد اور استاد رہے ہیں۔ان کا شمار قاسمی کے دوستوں میں ہوتا ہے۔ڈاکٹر

عبادت بریلوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"آخر اس مسلسل خاموشی کی وجہ! مقصد؟ کیا میرے خلوص میں آپ کو کوئی دھبہ نظر آ گیا؟ کیا آپ نصیبِ دشمناں علیل ہیں؟ کیا آپ میری علالت کے باعث میری زندگی سے اور فطرتاً مجھ سے مایوس ہو چکے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا"۔ (۲)

قاسمی نے جامع انداز میں اپنا مقصد، اپنے شکوے کا اظہار کیا ہے۔ دوستوں کے خطوط ہی ان کے لیے دل چسپی کا ذریعہ تھے۔ بطورِ خاص ایامِ علالت میں یہی خطوط ان کے دل بہلانے کا ذریعہ ہوتے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ عمر کے آخری حصے میں تنہائی کا شکار ہو گئے تھے اور خط و کتابت کے ذریعے ہی دل کو بہلاتے۔ لکھتے ہیں:

"...آج کل عزیزوں کے خطوط ہی تو میری دل چسپی کا باعث ہیں۔ ورنہ میری حالت تو بالکل صفر کے برابر ہے"۔ (۳)

احمد ندیم قاسمی مشہور ادبی مجلہ "فنون" کے مدیر تھے۔ بعض اوقات جب فنون مالی مسائل کا شکار ہوتا تو اپنے بے تکلف دوستوں سے اظہار کرتے۔ خط میں تصنع کی آمیزش بہت کم ہوتی ہے کیوں کہ بہت کم اہلِ قلم خط تحریر کرتے وقت اشاعت کا خیال دل میں لاتے۔ اس طرح اپنا گریبان چاک کر کے دوستوں کے سامنے اپنا سینہ رکھ دینے کے مترادف ہے۔ مشفق خواجہ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"مالی مشکلات کے شکنجے میں تو فنون سخت بدحالی کا شکار ہے مگر آپ لوگوں سے جنھوں نے فنون کو معیار بخشا ہے اگر سالانہ چندہ وصول کرنے لگوں تو اس سے زیادہ شرم ناک بات اور کیا ہو گی؟ نہیں بھائی"۔ (۴)

مشفق خواجہ اور احمد ندیم قاسمی کے مابین دوستی کا رشتہ پینتالیس برس سے زیادہ عرصے پر محیط تھا۔ قاسمی کے خطوط جو ہماری دسترس میں ہیں۔ ان کی منفرد شخصیت اور گوشہ گیر انسان کو سمجھنے کے لیے صبح کے دریچوں کا کام دیتے ہیں۔ خواجہ عبدالرحمٰن طارق، قاسمی کے خطوط بنام مشفق خواجہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"... یہ خط اس لحاظ سے اہم بل کہ بہت اہم ہیں کہ ان کے مطالعے سے ایک بڑے افسانہ نگار اور ایک بڑے شاعر کی شخصیت کے بعض ایسے پہلوؤں سے شناسائی کا موقع ملتا ہے جو عام طور پر ایک عام قاری کی نظروں سے اوجھل رہے ہیں"۔ (۵)

شاید یہی وجہ ہے کہ اربابِ علم و ادب خطوط کے اس سرمایہ کو ادبیات و شخصیت کا ان مول اندوختہ گردان کر ان خطوط کو محفوظ کرنے کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ نثر میں قاسمی کا سرمایہ وہ خطوط ہیں جو انھوں نے اپنے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو لکھے جن میں دلی کیفیات کو ایک سیدھے سادے اور بے تکلف انداز میں بیان کر دیا ہے۔ اس سادگی میں جو حسن اور

تاثیر ہے وہ بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ قاسمی دوستوں کے خلوص کے بہت معترف تھے وہ محبت وخلوص کو ترازو کے پلڑے میں رکھتے تھے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"میں آپ سے بے حد متاثر ہوں۔ آپ کے خلوص کے باعث مجھے آپ سے محبت ہے اور یہ دنیاداری نہیں۔ میں حقیقت میں آپ کو اپنا عزیز دوست سمجھتا ہوں اور دوست کا احترام میرے نزدیک بہت ہی بلند ہے"۔ (۶)

ڈاکٹر عبادت بریلوی کے گرامی نامے کے جواب میں تاخیر کے مرتکب ہوئے تو نہایت عاجزی سے معذرت خواہ ہوئے جس کا محرک ناسازیِ طبیعت اور فنون کے سلسلے میں مصروفیت تھی۔ لکھتے ہیں:

"اس حد تک شرمندگی ہوئی کہ اپنی ندامت کی معافی مانگتے ہوئے بھی ندامت محسوس ہوتی ہے"۔ (۷)

قاسمی نے ان مشاہیر ادب کے نام خطوط لکھے جو ادبی اُفق پر کسی نہ کسی حیثیت سے ستارے بن کر روشنی پھیلاتے رہے۔ ان مکاتیب میں جہاں قاسمی کی شخصیت کے حوالے سے بہت سے حقائق سامنے آتے ہیں وہیں اپنے عہد کے نام ور ادبا سے ان کے گہرے مراسم پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

نجی خطوط کی افادیت محدود ہوتی ہے لیکن جب منظر عام پر آجاتے ہیں تو علم وادب کا قیمتی سرمایہ بن جاتے ہیں۔ یہ نہ صرف مکتوب نگار و مکتوب الیہ کی شخصیت کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہیں بل کہ بعض موضوعات پر بھی ان سے اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً قاسمی اپنی بیگم رابعہ کا کتنا خیال رکھتے تھے ان کی عدم موجودگی میں گھر کی کیا صورتِ حال ہوتی تھی۔ لکھتے ہیں:

"پیاری رابعہ! تمھیں لاہور سے گئے چھٹا دن ہے... مجھے سب سے زیادہ فکر تمھاری صحت کی ہے۔ نعمان بتا رہا تھا کہ سورکی میں بھی تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میں سخت فکرمند ہوں۔ ایک تو تمھارے نہ ہونے سے پورا گھر خالی خالی نظر آتا ہے۔ اس پر تمھاری بیماری کا خطرہ۔ اللہ کرے تم تن درست ہو اور جلد واپس آسکو"۔ (۸)

قاسمی نے جو خطوط اپنی بیگم کے نام لکھے ہیں، وہ ان کی نجی زندگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ جتنے فراخ دل ادیب و شاعر تھے اتنے ہی مشفق باپ اور خیال رکھنے والے شوہر بھی تھے۔ اپنی اولاد کو وہ رگِ جاں سے قریب تر رکھتے تھے۔ اس حوالے سے ان کے خطوط شاہد ہیں۔ قاسمی کے خطوط ان کی پدرانہ محبت وشفقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کے ایک خط میں اپنی بیگم رابعہ کو لکھتے ہیں:

"رابعہ... نعمان بالکل خیریت سے ہے۔ اب اسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ ناہید اس

کے لیے کھانا پکاتی ہے۔ وہ صرف دودھ گرم کرتا ہے اور چائے بناتا ہے۔لڑکا برتن دھو دیتا ہے۔تم بالکل فکر نہ کرو۔ برکتے روزانہ آتی ہے، صفائی کر جاتی ہے۔تمھارے نہ ہونے سے گھر بہت اُداس ہے۔تم کب آ رہی ہو؟ لفافہ بھیج رہا ہوں اس میں اپنا پروگرام لکھ بھیجو"۔ (۹)

نجی خطوط میں قاسمی ایک خاوند کے روپ میں نظر آتے ہیں۔کہیں بیوی کی عدم موجودگی میں انھیں گھر کی فضا سوگوار لگتی ہے۔کہیں بیوی کو اپنی صحت کا خیال رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔کہیں سردی سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں۔اگرچہ یہ خطوط قاسم کی تنہائی کے پیداوار ہیں۔تعداد میں کم ہونے کے باوجود قاسمی کی زندگی کے بہت سے گوشوں کی عمدہ عکاسی کرتے ہیں۔ ان خطوط کے ذریعے نہ صرف قاسمی کی خانگی زندگی کے خاص گوشے منور ہوتے ہیں بل کہ یہ شخصیت کے بہت سے نرم و نازک پہلوؤں سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔

شاعر و ادیب ہونے کے علاوہ قاسمی "فنون" کے مدیر بھی رہے۔اس لیے بعض خطوط میں انھیں اپنی تخلیقات کے متعلق اظہارِ رائے کرنا ہوتا ہے۔بعض خطوط میں معاصر ادبا سے رابطہ کرنا پڑتا۔ یہ رابطہ بذریعہ خطوط ہوتا۔ان میں فن پارے کے حسن و قبح کا تذکرہ بھی ہوتا اور قاسمی کھل کر اپنے تنقیدی تصورات کا اظہار بھی کرتے۔ وہ ان نووارد ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی کرتے جن کی تخلیقات میں انھیں زندگی اور ادب کو سمجھنے کی صلاحیت دکھائی دیتی۔ ان کو دل کھول کر داد دیتے اور مزید لکھنے پر اکسانا ان کا وطیرۂ حیات تھا۔ممتاز شیریں کے متعلق ان کے میاں صمد شاہین کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"اگر ممتاز شیریں باقاعدہ لکھتی رہیں اور اب ترجمے کو قطعاً چھوڑ دیں تو بہت بڑی افسانہ نگار ہوسکتی ہیں۔ان کے قلم میں قوت ہے اور تحریر میں زندگی"۔ (۱۰)

قاسمی عمر کے آخری حصے تک ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی اور تربیت کرتے رہے۔ پروفیسر فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

"ان کا خاص وصف یہ تھا کہ وہ عمر بھر نوجوان اردو ادیبوں اور شاعروں کی ادبی اور شعری تربیت میں بڑے تخلیقی انداز سے حصہ لیتے رہے۔اپنے اس فیضان کی بدولت ہی وہ ہمارے عہد کی بہت بڑی ادبی شخصیت بن گئے"۔ (۱۱)

بحیثیت ایڈیٹر قاسمی کا وصفِ خاص تھا کہ ادبا و شعرا کو خط وہ اپنے قلم سے لکھتے۔عمر کے آخری حصے تک قلم پر گرفت مضبوط رہی۔ نیلی روشنائی استعمال کرتے اور دست خط ہمیشہ صاف ہوتے۔عبارت رواں اور روشن ہوتی اور آخر میں اپنا پورا نام لکھتے۔نوے برس کی عمر تک قلم پر اتنی مضبوط گرفت اور مہارت کی روانی اہلِ قلم کو حیران کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

"ایڈیٹر کی حیثیت سے قاسمی صاحب میں ایک بڑی خوبی تھی جس پر میں نے ہمیشہ

رشک کیا، قلمی معاونین کو خط وہ اپنے قلم سے لکھتے تھے آخر عمر تک ان کا سوادِ خط بہت پاکیزہ اور حروف کی نشست بہت پختہ تھی"۔ (۱۲)

مکاتیبِ قاسمی میں شخصیت کے سربستہ راز عیاں ہوتے ہیں۔ قاسمی اپنے مکاتیب میں سنجیدہ شخصیت کے طور پر نظر آتے ہیں جب کہ ان کے کالموں میں طنزیہ و مزاحیہ عناصر کی چاشنی ہے۔ ان خطوط میں قاسمی بعض اوقات زندگی سے دل گرفتہ بھی دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ناسازیِ طبیعت اور حالات و واقعات سے دل برداشتہ بھی ہو جاتے ہیں۔ آخر "انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں" والی کیفیت بھی طاری ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

"میں تو اب زندگی تک سے تنگ آ گیا ہوں۔ دو دن اچھے گزرتے ہیں تو چار دن انتہائی عذاب میں۔ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ بالکل نکما اور مجہول سا ہو کر رہ گیا ہوں"۔ (۱۳)

پیشِ نظر خطوط سے ہی قاسمی کی اقتصادی بدحالی کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب محمد طفیل یا دیگر بے تکلف احباب ان کی مدد کرتے۔ قاسمی جب روزگار کی تلاش میں تھے اور اقتصادی بدحالی کا شکار تھے۔ ان حالات میں فاقہ تک نوبت آ گئی۔ قاسمی علامتی انداز میں اپنے معاشی حالات سے محمد طفیل کو ۲۴ / اگست ۱۹۴۴ء کو تحریر کردہ خط میں لکھتے ہیں:

"آپ نے لفافہ بھیج کر کمال کر دکھایا..... سمجھ گئے ہوں گے آپ۔ باقاعدہ روزے رکھ رہا ہوں۔ اس لیے دن بھر نہایت بھدی غنودگی طاری رہتی ہے"۔ (۱۴)

ایک اور مقام پر ۴ / مئی ۱۹۴۶ء کے خط میں لکھتے ہیں:

"میری شادی کی افواہ اُڑ رہی ہے اور میری جیب میں کوڑی تک نہیں، جس قدر رقم آپ مجھے بھجوا سکیں بھجوا دیں۔ لیکن فوراً، کیوں کہ میرے ذاتی خرچ کے لیے بھی ایک روپیا تک میرے پاس نہیں، بالکل خالی ہو چکا ہے"۔ (۱۵)

قاسمی اپنے خطوط میں کبھی فنون کے دگرگوں مالی حالات کا ذکر کرتے، کبھی اپنے نجی حالات و واقعات بیان کرتے اور دوست احباب سے مشورے کے طلب گار ہوتے، کبھی عزیز دوست کی ناراضی کا تذکرہ کرتے۔ کبھی کسی کے روشن مستقبل کی فکر میں مبتلا ہوتے۔ کبھی کسی کی ملازمت کے متعلق متفکر ہوتے اور کبھی کسی کے معقول رشتے کی جستجو میں لگے رہتے۔ مثلاً منصورہ احمد (قاسمی کی منہ بولی بیٹی) نے خود کو قاسمی کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ وہ حقیقی بیٹی کے مانند قاسمی کے آرام و آسائش کا خیال رکھتی۔ قاسمی بھی حقیقی والد کی طرح ان کے حال اور مستقبل کو سنوارنے کے لیے کوشاں رہے۔ منصورہ احمد کے والد حبیب احمد ایڈووکیٹ نے منصورہ کی شادی سمیت تمام اہم امور قاسمی کے سپرد کر رکھے تھے۔ قاسمی، منصورہ احمد کی شادی کے لیے متفکر رہے۔ ۵ فروری ۱۹۹۷ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"ایک اور بہت ضروری معاملہ میں آپ کی مدد درکار تھی۔ مجھے منصورہ بیٹی کے لیے ایک

معقول رشتے کی جستجو ہے مگر میرا حلقہ صرف اہلِ قلم تک محدود ہے اور ان کا حال آپ جانتے ہیں۔ اس وقت بیٹی ۳۵ سال سے اوپر ہو رہی ہے۔ اگر کوئی ۳۵، ۴۰، ۴۱ عمر کا رشتہ مل جائے جو ادب کے معاملے میں خوش ذوق بھی ہو، خوش کردار بھی ہو اور برسرِ کار بھی ہو تو اس ضمن میں میرا ہاتھ بٹائیے۔ میں برسوں سے تلاش میں ہوں مگر میرے حلقۂ تعارف میں مجھے کوئی ایسا مستحق نظر نہیں آیا، میں چاہتا ہوں کہ چند ماہ کے اندر کچھ ہو جانا چاہیے۔ بیٹی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی بات بنے گی تو بتائیں گے"۔ (۱۶)

قاسمی کی انفرادیت یہ ہے کہ ادب کی دنیا میں تمام اہم مکتوب نگاروں کی موجودگی میں انھوں نے اپنی حیثیت تسلیم کروائی۔ انھوں نے تقریر و تحریر کے فاصلوں کو سمیٹ کر رکھ دیا اور مکتوب الیہ سے اپنے دل کی بپتا اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے دو اشخاص آمنے سامنے بیٹھے محوِ گفت گو ہوں۔ ان کے خطوط نفسیاتی لحاظ سے ایک ایسے آئینے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جس میں مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کی جھلکیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

قاسمی کے خطوط کی زبان دل کش، شگفتہ اور سادہ ہے۔ ان خطوط کے مطالعے سے افسانے کا لطف ملتا ہے۔ انھوں نے اپنے اندازِ بیان سے سلیس اردو نویسی اور دیہاتی منظر کشی کو فروغ دیا۔ وہ اپنے مکاتیب میں افسانوں کا طرز اپناتے ہوئے منظر کشی کے کامیاب نمونے پیش کرتے ہیں۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۱ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"... بہت سی لڑکیاں اکٹھی ہیں اور میری خیالات میں جنگ کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ابھی ابھی گلی میں ایک نائی نے ایک ادھیڑ عمر زمین دار کو آواز دی ہے، کہ تم اپنی ڈاڑھی کو بھگو رکھو، میں ابھی حقے کا کش لگا کر آتا ہوں۔ میرے بڑے بھائی صاحب نے اپنے صحن کی بیری پر چڑھ کر شاخیں جھٹکائی ہیں اور کچے بیروں سے ہم دونوں نے پیٹ بھرے ہیں۔ والدہ چائے پکا رہی ہیں۔ دو پالتو کبوتر میرے سر پر بل کھاتے اُڑ رہے ہیں"۔ (۱۷)

قاسمی کے مکاتیب ان کے ذہن اور زندگی کے زاویہ کو ایک نئے انداز سے پیش کرتے ہیں۔ ان کا احساسِ جمال، پسندیدگی و پرستاری، ذہنی قربت اور فکری وابستگی، ادبی شعور کو دل چسپ انداز سے پیش کرتے ہیں۔ اردو ادب کے معروف نثر نگار، نقاد، اُستاد، ڈاکٹر عبادت بریلوی بھی قاسمی کے علمی و ادبی مقام و مرتبے کے بڑے معترف تھے۔ لکھتے ہیں:

"یہ خطوط اپنے موضوعات کے اعتبار سے بہت دل چسپ ہیں اور ایک ترقی پسند شاعر، افسانہ نگار اور ادیب کی یہ تحریریں نہ صرف ادیبوں اور شاعروں کے لیے دل چسپ

ہیں۔ بلکہ عام پڑھنے والوں کے لیے بھی دل چسپی کا سامان فراہم کرتی ہیں"۔ (۱۸)

قاسمی کے خطوط میں سرور و انبساط، رنج و الم، تعریف و توصیف، طنز و تشنیع، نفرت و اُلفت غرض تمام جذبات موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جہاں ایامِ بے روزگاری میں روپے کی تنگی کا ذکر ہے وہیں خط پھاڑنے کی گزارش اور بعض اوقات یک مشت رقم بھیجنے کی نصیحت بھی ہے۔ کہیں صحت کی خرابی کا تذکرہ ہے کہیں گھریلو حالات کی ناچاقی کا ذکر، کہیں نجی معاملات پر مشورہ ہے اور کہیں کاروباری خطوط پر صلاح مانگنا۔ کہیں اہلِ خانہ کی مفلسی کی تصویر کشی ملتی ہے۔ کہیں یتیمی کے دور کا ذکر، کہیں ناگفتہ بہ معاشی حالات کا تذکرہ ہے۔ کہیں چچا کے دستِ شفقت کا ذکر موجود ہے۔ قاسمی کے خطوط تاریخی نقطۂ نظر سے بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے نام بعض خطوط میں ان کے عہد کے ادبی مسائل بھی زیرِ بحث آتے ہیں اور کہیں ادبی چپقلش۔

احمد ندیم قاسمی جیسی شخصیت کو جاننے کی لگن میں قاری کل بھی مبتلا تھا اور آج بھی وہ ان کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو جاننے کی کوشش میں ہے۔ قاسمی کے محولہ بالا مکاتیب کے مجموعے اُن کی شخصیت اور فکری گتھیوں کو سلجھانے میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔ قاسمی نے اپنے مکاتیب میں غالب اور اقبال کے کلام، افکار، معقولات اور حیات سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اردو ادب کی یہ دونوں شخصیات ان کے خطوط میں چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ ان کے اشعار، مصرعے، تراکیب، فقرے اور زندگی کے حالات و واقعات کو بڑی بے ساختگی سے اپنے خطوط میں پیش کرتے ہیں۔

قاسمی کے مراسلوں میں جہاں اسلوب کی نیرنگیاں دیکھی جا سکتی ہیں وہیں طنز و مزاح کی قوس قزح بھی دِکھائی دیتی ہے۔ ان کے خطوط میں طنز و مزاح کے تمام حربے موجود ہیں جن میں موازنہ، زبان و بیان کی بازیگری، مزاحیہ کردار، مزاحیہ صورتِ حال اور پیروڈی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے ایسے دل چسپ خطوط زیادہ تر اپنے بےتکلف دوست و احباب کے نام ہیں۔ انھوں نے اپنی دیگر تحریروں میں اگرچہ لطائف بہت کم درج کیے ہیں لیکن خطوط میں وہ اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے دل چسپ لطائف تحریر کرتے ہیں۔ عام طور پر اُن کے لطائف بھی مہذب اور تبسم زیرِ لب کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اچھے مکتوب نگار قاری کی توجہ دائیں بائیں بھٹکنے کی بجائے خط پر ہی مرکوز رہتی ہے۔ قاسمی بھی اپنی چُست اور جاندار نثر کی بدولت ایسا ہی کرتے ہیں۔

قاسمی کے مکاتیب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب ان کے اپنے تاثرات پر مبنی ہے کہیں کچھ مستعار لیا ہوا نہیں۔ نہ فکر، نہ اسلوب، نہ خیال، نہ جذبہ۔ اس لیے شاید یہی وجہ ہے کہ یہ خطوط اپنی اہمیت، افادیت، انفرادیت اور جاذبیت میں انفرادیت کے حامل ہیں۔

قاسمی کا شمار ایسے مکتوب نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے خطوط میں گفت گو کا نعم البدل مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ فاصلوں کو بھی کم کیا۔ ان مکاتیب کے مطالعہ سے قاسمی کی جو شخصیت اُبھرتی ہے وہ ایسے دردآشنا دل رکھنے والے سنجیدہ و متین، کم آمیز اور وضع دار انسان کی ہے جو حساس طبیعت کا ملک تھا جس نے زندگی بھر روحانی، جسمانی اور ذہنی اذیتیں

برداشت کیں۔ بیماری و ناتوانی کا شکار ہوا لیکن اس کی طبیعت میں انسان دوستی، خلوص و بُردباری، مروّت، احباب نوازی، مہمان نوازی، وطن پرستی، سادگی، خودداری، خوداعتمادی، کشادہ قلبی، وسیع النظری کے جواہر کم نہ ہوئے۔ خطوط قاسمی کی شخصیت نمائی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ قاسمی کے خطوط بیک وقت افسردگی و لطافت کے حامل ہیں۔ اسلوب اگرچہ دھیما ہے لیکن اس کی تہوں میں جذبات کی گرم رو بھی بہتی ہے۔ سادگی، رومانیت تجسس قاری کو پُراسرار کیفیت میں مبتلا کر دیتی ہے۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ یہ خطوط قاسمی کی اُفتادِ طبع کے آئینہ دار ہیں۔ گویا احمد ندیم قاسمی کے خطوط اور ان کے نام مشاہیرِ ادب کے خطوط سے ان کی دل نواز، پہلودار شخصیت کی عکاسی ہوتی ہے وہیں قاسمی کی زندگی کا بہترین خاکہ بھی مرتب کیا جا سکتا ہے جس کی نوعیت علمی و ادبی ہونے کے ساتھ ساتھ یقیناً تاریخی بھی ہوگی۔

حواشی

(۱) احمد ندیم قاسمی، مکتوب بنام محمد طفیل از انگہ، محررہ ۱۶ مارچ ۱۹۸۴ء۔
(۲) عبادت بریلوی، خطوطِ احمد ندیم قاسمی، (لاہور: ادارۂ ادب وتنقید، ۱۹۹۰ء)، ص ۵۴
(۳) ایضاً، ص ۵۶
(۴) احمد ندیم قاسمی، مکتوب بنام مشفق خواجہ، مشمولہ سہ ماہی سورج، لاہور، جلد ۳۶، شمارہ ۳۴، جنوری تا جون ۲۰۰۸ء، ص ۳۵
(۵) ایضاً، ص ۳۳
(۶) عبادت بریلوی، خطوطِ احمد ندیم قاسمی، ص ۴۶
(۷) ایضاً، ص ۳۴۲
(۸) احمد ندیم قاسمی، ندیم صاحب کے خطوط، مشمولہ معاصر، لاہور، جلد ۷-۸، شمارہ ۲-۳-۴، اپریل ۲۰۰۷ء تا ۲۰۰۸ء، ص ۳۳۹
(۹) ایضاً، ص ۳۴۲
(۱۰) ایضاً، مکتوبہ بنام محمد انصاری از مقام انگہ، محررہ ۲ مارچ ۱۹۸۴ء
(۱۱) پروفیسر فتح محمد ملک، مکاتیب ندیم آدھی ملاقات، مشمولہ ماہ نامہ اخبار اردو، اسلام آباد، مئی ۲۰۰۸ء، ص ۴۷
(۱۲) شمس الرحمٰن فاروقی، قاسمی صاحب مشمولہ نیا ندیم نمبر، مرتب آصف فرخی، (کراچی: ادارۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ ۲۰۰۶ء، ص ۸۱
(۱۳) عبادت بریلوی، خطوطِ احمد ندیم قاسمی، ص ۴۱
(۱۴) احمد ندیم قاسمی، مکتوب بنام محمد طفیل از انگہ، محررہ ۲۴ اگست ۱۹۴۴ء
(۱۵) ایضاً، محررہ ۴ مئی ۱۹۴۶ء
(۱۶) ایضاً، خطوط بنام محمد فاضل مشمولہ آدھی ملاقات، مرتبہ فضل ربانی، (اسلام آباد: پورب اکادمی، مئی ۲۰۰۷ء)، طبع

اوّل،ص ۵۵

(۱۷) ایضاً،ص ۴۸

(۱۸) عبادت بریلوی، خطوطِ احمد ندیم قاسمی ،ص ۱۱

مآخذ

(۱) بریلوی،عبادت، خطوطِ احمد ندیم قاسمی ، لاہور: ادارۂ ادب وتنقید، ۱۹۹۰ء

(۲) فاروقی، شمس الرحمٰن، قاسمی صاحب مشمولہ نیا ندیم نمبر، مرتب آصف فرخی، ۲۰۰۸ء، کراچی: ادارۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ ۲۰۰۶ء

(۳) قاسمی، احمد ندیم، خطوط بنام محمد فاضل مشمولہ آدھی ملاقات، مرتبہ فضل ربانی، اسلام آباد: پورب اکادمی، مئی ۲۰۰۷ء، طبع اوّل

غیر مطبوعہ مکاتیب

(۴) احمد ندیم قاسمی، مکتوب بنام محمد انصاری از مقام انگہ، محررہ ۲/ مارچ ۱۹۸۴ء

(۱) ______، مکتوب بنام محمد طفیل از انگہ، محررہ ۱۲/ مارچ ۱۹۸۴ء

(۵) ______، ______، از انگہ، محررہ ۲۴/ اگست ۱۹۴۴ء

(۶) ______، محررہ ۴ مئی ۱۹۴۶ء

رسائل و جرائد

(۲) احمد ندیم قاسمی، مکتوب بنام مشفق خواجہ، مشمولہ سہ ماہی سورج، لاہور، جلد ۳۶، شمارہ ۳۴، جنوری تا جون ۲۰۰۸ء

(۳) ______، ندیم صاحب کے خطوط، مشمولہ معاصر، لاہور، جلد ۷-۸، شمارہ ۴-۳-۲، اپریل ۲۰۰۷ء تا ۲۰۰۸ء

(۱۰) ملک، فتح محمد، پروفیسر، مکاتیب ندیم آدھی ملاقات، مشمولہ ماہ نامہ اخبار اردو، اسلام آباد، مئی ۲۰۰۸ء

❁❁